تنقید وتبصرہ

علی گڑھ میگزین - (علی گڑھ نمبر)

علی گڑھ میگزین، دیرینہ شہرت اور روایات کا حامل ہے اور اس کے خاص نمبر تو ایک مستقل ادبی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ میگزین کا یہ علی گڑھ نمبر بہت اہتمام اور بڑی شان سے شائع ہوا ہے۔ مضامین کی افادیت اور تنوع نے ہمہ گیری پیدا کر دی ہے۔ ضخامت بڑے سائز پر ڈھائی سو صفحات کے قریب۔ قیمت پانچ روپے۔ علی گڑھ یونیورسٹی (انڈیا) پتہ کافی ہے۔

اس پرچہ کے مضامین میں بہت ہی کار آمد اور جامع و مانع مضمون نیاز فتحپوری کا ہے، جو ریڈیو سے نشر ہو چکا ہے ڈاکٹر عابد حسین نے سید کا خواب اور اس کی تعبیر بڑی محنت سے لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔ احتشام حسین اور آلِ احمد سرور کے مضامین میں کام کی باتیں کم ہیں۔ وسعتِ نظری کی نمود زیادہ ہے۔ "سر سید کے دینی شعور و فکر" پر سعید احمد صاحب نے بڑا قابلِ قدر مضمون لکھا ہے، یہ مضمون اسلئے اور زیادہ قابلِ تعریف ہے، کہ جس سے فتویٰ کفر کا اندیشہ تھا اس نے سید کے اسلام کو صدق دل کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ "سر سید اپنے خطوط کی روشنی میں" بہترین مضمون ہے، اس مضمون کے مطالعہ سے سید کے خد و خال اچھی طرح نمایاں ہو جاتے ہیں۔ خلیق احمد اور صالحہ عابد حسین کے مضامین بھی اچھے ہیں۔ ڈاکٹر اشرف نے علی گڑھ کی سیاسی زندگی پر بہت پُر از معلومات مضمون لکھا ہے، مسلم لیگ اور پاکستان کا ذکر کرتے وقت انکے قلم کی شوخی طنز کے نشتر میں بدل گئی ہے، لیکن یہ وہ گناہ ہے جس کے مرتکب خود ڈاکٹر صاحب بھی ہو چکے ہیں، اور کانگرس کے بھرے جلسہ میں سردار پٹیل کی ڈانٹ بھی سن چکے ہیں۔ "سر سید اور ہندو مسلم اتحاد" بڑا سنہرا مضمون ہے۔ ہارون خان شیروانی سے توقع بھی اسی کی تھی۔ "علی گڑھ تحریک اور شبلی"۔ نیز "علی گڑھ تحریک اور جامعہ ملیہ" معاندانہ اور خوشامدانہ قسم کے مضامین ہیں، نہ ہوتے تو اچھا تھا۔ ڈاکٹر عظیم صدیقی نے "مسلم یونیورسٹی کا نیا دور" لکھ کر دل کے جلے پھپھولے پھوڑے ہیں، اس مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سر سید اور ان کے رفقائے کار غلط کار بھی تھے اور بد اندیش بھی، اور تنگ دل بھی، اب خدا نے ڈاکٹر صاحب کو امام معصوم بنا کر علی گڑھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کی تعمیر کریں۔

اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے! یہ زمانہ کا انقلاب ہے کہ جو لوگ اتنا ایثار نہ کر سکتے ہوں کہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے کے بعد اپنی مادر علمی ——— جامعہ ملیہ ——— کی خدمت کی بجائے لکھنؤ یونیورسٹی اور علی گڑھ کے طواف میں مصروف رہے ہیں وہ نئی پود کو طعنہ دیتے ہیں کہ بیکاری سے تنگ آ کر وہ پاکستان کا رُخ کیوں کرتی ہے و شخصیات اور جائزے کے زیر عنوان کئی بہترین مقالات شائع ہوئے ہیں۔ "نئے علی گڑھ کے نام" آلِ احمد سرور کی نظم زبان و بیان ہر اعتبار سے قابلِ توصیف ہے۔ میرولایت حسین کی "ذاتی ڈائری کے چند ورق" ایک نسخہ معنی ہے عزیز مرزا مرحوم پر جو مضمون شائع ہوا ہے ہر اعتبار سے بہترین ہے، نواب اسحٰق خاں پر اسلم سیفی نے، اور عنایت اللہ پر صباح الدین نے، اثر انگیز مقالے لکھے ہیں۔ قاضی عبد الغفار نے محمد علی پر چند سطریں لکھی ہیں۔

لیکن بہت ہیں۔ وقار عظیم نے حسرت پر مشق سخن کی ہے بیچارے عالم ارواح میں کہہ رہے ہونگے: "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ" احسن مارہروی پر ضیا احمد نے بہترین مقالہ لکھا ہے، تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ رشید احمد صدیقی پر علی عباس صاحب نہ لکھتے تو کرم کرتے، کہاں رشید احمد صدیقی کہاں دوسرے پیشہ ور مزاح نگار۔ "گویا یکے است بولہب و بوتراب نشان"!۔

ڈاکٹر حبیب اللہ نے علی گڑھ کالج کے انگریز اساتذہ پر تاریخی مقالہ لکھا ہے، ایک ایک حرف قابل مطالعہ ہے۔ خواجہ غلام الثقلین پر ان کے فرزند ارجمند خواجہ غلام السیدین نے ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا ہے، مقالہ کی افادیت میں شبہہ نہیں لیکن سیدین صاحب کے ضرورت سے زیادہ قابلانہ انداز بیان نے اسے غیر دلچسپ بنا دیا ہے۔

اس نمبر میں بہت کچھ ہے۔ پھر بھی ایک تشنگی سی محسوس ہوتی ہے۔ شوکت علی، ضیاءالدین، میر محفوظ علی، عبدالرحمٰن صدیقی، شعیب قریشی، خلیق الزمان، غلام محمد، لیاقت علی، ناظم الدین، عبدالرب نشتر، جنرل ایوب خاں، یہ سب بھی علیگ ہیں۔ ان کا بھی علی گڑھ پر حق تھا، کچھ ذکر ان کا بھی ہوتا تو اچھا ہوتا۔ بہر حال بہ حیثیت مجموعی یہ نمبر اس قابل ہے کہ اسے محفوظ رکھا جائے۔ نسیم قریشی صاحب مدیر رسالہ کو اس قابل رشک کارنامے پر ہم مبارکباد دیتے ہیں۔

آداب و اخلاق :۔

یہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب ملتانی کی تالیف ہے، ضخامت تقریباً سوا چار سو صفحات، قیمت چھ روپے۔ ملنے کا پتہ:

ایم ثناءاللہ خاں۔ ۲۶۔ ریلوے روڈ۔ لاہور۔

تقسیم ہند کے بعد ہمارے اقدار حیات بدل گئے ہیں، اور بدلنے چاہئیں بھی، پہلے ہمارا نقطہ نظر بہت سی چیزوں کا مجموعہ تھا۔ اب وہ اسلامی اقدار و احوال کا مجموعہ ہے، لیکن جب تک اسلامی آداب و اخلاق، تاریخی حیثیت اور استناد کے ساتھ ہمارے پیش نظر نہ ہوں۔ اس وقت تک ہم یہ بھی متعین نہیں کر سکتے کہ جن اسلامی اقدار و احوال کو ہم مرکز حیات بنانا چاہتے ہیں وہ دراصل ہیں کیا؟ اس ضرورت کو اس کتاب نے بڑی خوبی کے ساتھ پورا کر دیا ہے۔ متعدد عنوانات اور ابواب کے ماتحت، اسلامی آداب و اخلاق کا ایسا اچھا مجموعہ ہمارے سامنے آجاتا ہے کہ مسلمان تو مسلمان، غیر مسلم بھی اگر اس کا مطالعہ کر لیں تو ممکن نہیں کہ ان کے دل میں یہ تمنا انگڑائیاں نہ لینے لگے: "کاش ہم ان اصولوں کو اپنا سکتے"۔

ہم ایم ثناءاللہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انھوں نے وقت کی ایک بڑی ضرورت کی طرف توجہ کی اور مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو پڑھیں اور اس کے مطالب و مقاصد کو اپنی زندگی کا محور و مرکز بنانے کی سعی کریں۔

(رئیس احمد جعفری)